اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی خدوخال

مولانا سید عزیز الرحمٰن (نائب مدیر ششماہی "السیرہ" عالمی)

اسلامی نظامِ تعلیم ایک ہمہ جہت تعمیری و انقلابی تعلیم کا خواہاں ہے، ایسی انقلابی تعلیم کا جس کے جلو میں سیاسی ہنگامہ خیزی اور فکری آزادروی پروان چڑھتی ہے، بلکہ ہمہ نوع و ہمہ جہت مثبت و خمیری تبدیلیوں کا سبب و ذریعہ بنتی ہے، اس کے بنیادی خدوخال پیش کرنا خود ایک طویل مقالے کا موضوع ہے، ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کے چند اہم نکات پیش کیے جاتے ہیں۔

تعلیم

لفظِ تعلیم مادۂ علم سے باب تفعیل سے ہے، اس کے معنی ہیں علم دینا، اور دوسروں کو سکھانا، اس کے معنوی مفہوم میں بار بار اور کثرت سے خبر دینا شامل ہے، جس سے اس کا مفہوم متعلم کے ذہن میں محفوظ ہو جائے۔(۱) پروفیسر سید محمد سلیمؒ فرماتے ہیں، تعلیم لکھنے اور پڑھنے کا نام نہیں، اس کو تو خواندگی (Literacy) کہتے ہیں، یہ تو ایک قسم کی ہنر مندی اور کاریگری ہے، یہ تو دنیا کی تمام قوموں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے، تعلیم صنعت و حرفت کا نام بھی نہیں ہے، اس کو کاردانی اور کارآموزی (Instruction) کہتے ہیں۔..... تعلیم محض سائنس اور آرٹس کی معلومات حاصل کرنے کا بھی نام نہیں ہے، یہ معلومات کی خیرہ اندوزی ہے..... تعلیم خواندگی، ہنر مندی معلومات اندوزی سے بہت ارفع اور اعلیٰ شئی ہے، تعلیم ایک خاص نظریۂ حیات کو فروغ دینے کا نام ہے، مخصوص اندازِ فکر و نظر اختیار کر لینے کا نام ہے، انسانی زندگی کے مختلف مظاہرات کو ایک خاص انداز سے برتنے کا نام ہے، مظاہر کائنات کو ایک خاص رخ سے دیکھنے کا نام ہے، تعلیم قومی نظریہ حیات سے طالب علموں کے ذہنوں کو مزین کر دینے کا نام ہے۔(۲)

تعلیم کے لیے انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (Education) استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ہیں تعلیم و تربیت اور تہذیب شامل ہیں۔(۳) اور اس کا مصدر ایجوکیٹ (Educate) ہے۔ جس کے معنی ہیں تربیت دینا(۴) یہ اصل میں لاطینی زبان کے لفظ (Edex) بمعنی نکالنا اور (Duler- Dul) بمعنی راہنمائی سے ماخوذ ہے(۵) اور اس کے معنی معلومات جمع کرنے اور مخفی صلاحیتوں کو نکھارنے کے بنتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف ڈیکشنریز کے بقول تعلیم انسانی ذہن اور مختلف اعضا کو مہذب و تربیت یافتہ بنانے کا نام ہے۔(۶) اس تشریح کی روشنی میں جان ملٹن کی تعریف ملاحظہ کیجیے وہ کہتا ہے۔ "میرے نزدیک مکمل اور شریفانہ تعلیم وہ ہے، جو انسان کو بحالت جنگ و امن اپنی اجتماعی و نجی زندگی کے فرائض دیانت و مہارت اور عظمت کے ساتھ ادا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔(۷)

تعلیم کی اہمیت اسلام کی نظر میں

اسلام تعلیم کو جو اہمیت دیتا ہے، وہ کسی اور چیز کو نہیں دیتا، تعلیم بنیادی انسانی ضروریات میں سے ہے، اور اس کی کثیر الجہت اہمیت خود اس امر کی متقاضی ہے کہ اسے بھرپور توجہ کا مستحق قرار دیا جائے، ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہونے کے ناتے بھی ہمارے لیے یہ لازم ہے کہ تعلیم کو بھرپور اہمیت دیں، کیونکہ ایک نظریاتی ریاست کو بیک وقت دو محاذوں پر نبرد آزما ہونا پڑتا ہے، ایک تو فوجی دفاع کا محاذ دوسرا نظریاتی سرحدوں کا محاذ، دوسرے محاذ میں اس ریاست کے نظریات کے تناظر میں تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی، مذہبی و دینی روایات، افکار و اقدار اور

اعتقادات کا تحفظ شامل ہے، یہ محاذ اس لیے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اس پر حملہ خواہ باہر سے ہو یا اندر سے، اس کا مقابلہ جدید عصری شعور سے بہرور اور اپنی دینی ومذہبی وثقافتی تعلیمات وروایات سے مکمل طور پر بہرہ مند افراد ہی کر سکتے ہیں، جس کے لیے تعلیم از بس ضروری ہے، اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ ہمیں نظامِ تعلیم کس نوع کا درکار ہے؟

علم کا حصول تخلیق انسانی کا ایک اہم جز ہے، یہی وہ جوہر ہے جس کی بنا پر انسان کو نوری مخلوق فرشتوں پر بھی فضیلت عطا ہوئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خليفة، قالوا اتجعل فيها من يفسدفيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك، قال انی اعلم مالاتعلمون ٥ وعلم آدم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة، فقال انبونی باسماء هولاء ان كنتم صدقين٥(٨)

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت یاد کیجیے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، انھوں نے (فرشتوں نے) کہا کہ کیا اس (زمین) میں ایسے شخص کو (خلیفہ) بنائے گا جو اس میں فساد اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر تیری حمد بھی کرتے ہیں کہ تو نے ہمیں اپنی تسبیح کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک (ان اسرار کو) میں جانتا ہوں، جن کو تم نہیں جانتے، اور اس (اللہ تعالیٰ) نے آدم کو تمام کام سکھادیئے، پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کر کے فرمایا کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو مجھے ان سب چیزوں کے نام بتاؤ۔

ان آیات سے یہ بھی واضح ہوا کہ علم انسان کے خمیر ہی میں ڈال دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے اسے وہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں، جن کے بل پر اس کو دائمی فضیلت اور دوسری تمام مخلوقات پر اس کی حاکمیت قائم ہو سکتی ہے۔(۹)

اسلام نے علم کو بہت بلند درجہ عطا کیا ہے، قرآنِ حکیم میں ایک اور مقام پر فرمایا:

شهدالله انه لااله الاهو والملئكة واولوا العلم قائمابالقسط(١٠)

اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے بھی، اور اہل علم نے بھی، اور اللہ تعالیٰ معبود بھی اس شان کا ہے کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والا ہے۔

امام غزالیؒ یہاں اہلِ علم کو فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ لانے کی حکمت بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں: فانظر كيف بداء سبحانه وتعالىٰ: بنفسه وثنیٰ بالملائكة وثلث باهل العلم وناهيك بهذا شرفا و فضلا وجلاء ونبلا(١١)۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کیسے اپنی ذات سے کلام کا آغاز فرمایا، پھر فرشتوں کا ذکر کیا، اور تیسرے مرتبے میں اہل علم کا ذکر کیا، اور شرف و فضل اور بزرگی واصالت کے لیے اتنا کافی ہے۔

ذیل میں چند عنوانات کے تحت اسلام کی نظر میں تعلیم کی اہمیت ومقام کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

تعلیم خود مقصود ہے

اسلام کی نظر میں تعلیم خود مقصود ہے، اسلام وہ واحد مذہب ہے، جو تعلیم کو وسیلہ اور سبب نہیں خود مقصد ومقصود قرار دیتا ہے، اور اس کے حصول کو ایک دینی فرض کے طور پر مسلمانوں پر لازم کرتا ہے، مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں۔(۱۲)

"دنیا نے علم کو ہمیشہ وسیلہ سمجھا، مگر مسلمانوں کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے علم کو کبھی وسیلہ نہیں سمجھا، بلکہ مقصد سمجھا، علم دین وسیلہ نہیں بلکہ مقصد ہے، اس کو کسی وسیلے کے لیے حاصل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے،

مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لیے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعے سے معیشت حاصل کریں گے، یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے، مسلمانوں نے ذریعۂ معیشت کسی اور چیز کو بنایا اور علم کو صرف علم کے لیے سیکھا، اور اسی کو اپنا مقصد بنایا۔(۱۳)

تعلیم، بنیادی ضرورت

اسلام پہلا مذہب اور تمدن (Culture) ہے، جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے، جبکہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا، بلکہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اپنے اعلیٰ طبقے کی تعلیم پر قانع تھا، اور وہ قبیلے کے سردار اور امراء وغیرہ (Upper Class) اور مذہبی پیشواؤں (Priestly Class) کی تعلیم وتربیت کو ضروری قرار دیتا اور اس کا اہتمام کرتا تھا، عام افراد اس تعلیمی نظام سے خارج سمجھے جاتے تھے، انہیں طبقۂ اشرافیہ کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حق نہ تھا۔(۱۴) یہاں تک کہ یونان اور چین کے ہاں بھی، جنھوں نے علم وتمدن کے میدان میں نمایاں بلکہ غیر معمولی ترقی کی، تمام انسانوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہ تھا، بلکہ وہ اہل علم کے ایک خاص طبقے کی تعلیم کے محرک اور داعی تھے، افلاطون بھی فلاسفہ اور اہل نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازتا ہے۔(۱۵) اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے بلا تفریق طبقات وقبائل وبلا تخصیص مرد وزن سب کے لیے بلاامتیاز عام تعلیم کا آوازہ بلند کیا اور نبی امی ﷺ نے فرمایا:

طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم۔(۱۶) علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔

یعنی تعلیم ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، مرد وعورت اور کالے گورے ہر ایک پر فرض ہے، اس باب میں کسی طبقہ فکر کی نہ تو تخصیص ہے نہ امتیاز ہے۔

تعلیم فرض ہے

جیسا کہ تحریر ہوا، تعلیم چونکہ ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اسی لیے ہر ایک پر اس کا حصول فرض ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

واذاخذاللّٰہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننه للناس ولاتکتمونه۔(۱۷)

اور وہ وقت یاد کرو، جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس (کتاب) کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور چھپانا مت۔

ان آیات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام کے ذریعے اہل کتاب کے علماء سے یہ عہد لیا تھا کہ جو احکام اور شہادتیں کتاب اللہ میں ہیں، ان کو صاف صاف، کسی قسم کی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائیں گے، اور ان کی اشاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے، یہاں مسلمان اہل علم کو بھی تنبیہ ہے کہ علوم دینی کے فروغ میں (جو ان پر فرض ہے) کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں، نہ انھیں چھپائیں۔(۱۸) اسی طرح حدیث میں علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے۔(۱۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو اچھا ادب (سکھانے) سے بہتر عطیہ (تحفہ) نہیں دے سکتا۔(۲۰) یہ اس لیے ہے کہ تعلیم اسلام کی نظر میں فرض ہے، اور اس فرض کی ادائیگی کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جائے گا، اور اس کا پہلا قدم گھر سے والدین کی نگرانی میں بچپن ہی میں اٹھایا جائے گا، امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن جانے اور دینی مسائل سمجھے۔(۲۱) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم سیکھو اور اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔(۲۲)

تعلیم انسانی ترقی کا ذریعہ

قرآن کے بقول تعلیم انسانی ترقی کا ذریعہ ہے، قرآنِ حکیم میں فرمایا گیا: انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلموا۔(۲۳) عظمت و

جلال ربانی سے متاثر ہو کر اس کی بارگاہ میں جھکنا ایمان کی قوت کا اعلیٰ ثمرہ ہے، قرآن مجید کی مختلف آیات میں کہیں مغفرت اور اجر کریم کا، کہیں ہدایت پانے اور ہدایت قبول کرنے کا، اور کہیں رضائے الٰہی کے حاصل ہونے کا ذریعہ اس خشیت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہی بلند مراتب میں انسان کی بہبودی اور سعادت ابدی منحصر ہے، ان سعادتوں کے مظہر ''خشیتِ الٰہی'' کو جب علم والوں کے ساتھ مخصوص فرمادیا گیا تو منطقی طور پر ساری انسانی سعادتیں علم کے دامن سے وابستہ ہوگئیں۔(۲۴) قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

وما یستوی الاعمی والبصیرo ولاالظلمت ولاالنورo ولاالظل ولاالحرورo ومایستوی الاحیاء ولا الاموات۔(۲۵)

اور برابر نہیں اندھا و بینا، اور نہ ظلمتیں اور نور، اور نہ سایہ اور لو، اور برابر نہیں زندہ اور مردہ۔

معلوم ہوا کہ قرآن کی نظر میں علم بینائی ہے، روشنی ہے، سایہ اور حیات ہے، جبکہ اس کے مقابل جہالت، اندھاپن ہے، تاریکی ہے، تپش ہے اور موت ہے۔ غالباً اس سے زیادہ مؤثر پیرایہ، بیان علم و جہل کے تقابل کا ہو ہی نہیں سکتا۔(۲۶)

تعلیم، رفع درجات کا سبب

تعلیم رفع درجات کا سبب ہے، انسان کا جب اہل علم میں شمار ہوتا ہے، وہ علم سے بہرور ہو کر اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے (اپنے ظرف اور اس کی توفیق کے بقدر) متصف ہوتا ہے۔ تو اس کے درجات بڑھادیئے جاتے ہیں، اس کا مرتبہ بلند کردیا جاتا ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

یرفع اللّٰہ الذین آمنوا منکم والذین اوتو العلم درجات، واللّٰہ بما تعملون خبیرo(۲۷)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور جن کو علم دیا گیا ان کے درجات بلند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اس آیت میں انسان کی ترقی مدارج کے دو ذریعے بیان فرمائے ہیں۔ ❶ ایمان اور ❷ علم، معلوم ہوا کہ ایمان اور علم دونوں دوش بہ دوش مل کر انسان کو ترقی کی منازل طے کراتے ہیں۔(۲۸)

تعلیم کی اہمیت، احادیث کی روشنی میں

تعلیم کی اہمیت کو احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک جہانِ معنی اور ایک گنجینہ علم و حکمت سے انسان آشنا ہوتا ہے، احادیث میں تعلیم کو انسان کی اولین ضرورت اور اس کا حصول بڑی فضیلت کا باعث قرار دیا گیا ہے، چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ تعلیم دینے والے یعنی معلم اور استاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''خیر کی تعلیم دینے والے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ، فرشتے، اہلِ آسمان، اہل زمین، حتیٰ کہ چونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں، دعائے خیر کرتی ہیں۔''(۲۰)

۲۔ طالب علم کو یہ بشارت سنائی کہ ''فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لیے اپنے پر بچھادیتے ہیں۔''(۳۰)

۳۔ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کو چاند سے تشبیہ دی، فرمایا: ''عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت، علماء توانبیاء کے وارث ہیں۔''(۳۱)

۴۔ آپ ﷺ نے طلب علم میں سرگرداں افراد کو جنت کی بشارت سنائی، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔''(۳۲)

۵۔اور طالب علم کو ایک یہ بشارت سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ:"جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہے، جب تک لوٹ نہ آئے۔"(۳۳)

۶۔ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب علم کو بھوک سے تعبیر فرمایا، فرمایا:"لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا طالب علم ہے،اور سب سے زیادہ پیٹ بھرا وہ ہے جسے علم کی طلب نہ ہو۔"(۳۴)(یعنی اصل بھوک علم کی بھوک ہے)۔

۷۔ہر طرح کا حامل یا عالم یا طلب علم،ابن مسعودؓ سے منقول ہے، فرمایا"یا تو عالم بن یا طالب علم،اس کے علاوہ بھلائی کی کوئی صورت نہیں۔"(۳۵)

۸۔ایک روایت میں عالم کو عابد پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا:"دین کی سمجھ رکھنے والا شخص شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔"(۳۶)

۹۔اور ایک مقام پر فرمایا کہ"عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی کمتر شخص پر۔"(۳۷)

۱۰۔طالب علم کے رزق کی ذمے داری اللہ تعالیٰ کی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص علم طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل بن جاتا ہے۔"(۳۸)

۱۱۔حصولِ علم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارۂ گناہ قرار دیا، فرمایا"جو شخص علم حاصل کرتا ہے،اس کا یہ عمل اس کے (عمل) ماضی کا کفارہ بن جاتا ہے۔"(۳۹)

۱۲۔عالم کی موت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑا سانحہ قرار دیا، فرمایا:"عالم کی موت سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے۔ جس کو بند نہیں کیا جاسکتا، خواہ لیل ونہار کتنے ہی بدل جائیں۔(۴۰)

۱۳۔راہِ علم میں محرومی بھی باعث ثواب ہے، مخبر صادق ﷺ نے فرمایا کہ"جو شخص کسی علم کی تحصیل میں لگا اور اسے حاصل کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو حصے ثواب لکھے گا،اور جو شخص کسی علم کی تحصیل میں لگا اور اسے حاصل نہ کر سکا تو اس کے لیے ایک حصہ ثواب ہوگا۔(۴۱) یہ چند احادیث کا انتخاب پیش کیا گیا،ورنہ تو صرف اسی موضوع پر احادیث کی بڑی بڑی کتب موجود ہیں۔ جن سے اسلام میں علم وتحصیل علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے(۴۲)اس عنوان پر گفتگو کا اختتام ابن شہاب زہریؒ کے اس قول پر کرتے ہیں،"امام مالک ان سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر کوئی شخص دینی معاملے میں مجھ سے مشورہ کرے،اور میں غور وفکر کے بعد اسے راہِ حق بتادوں تاکہ اس کے دین کی اصلاح ہو جائے، تو میرے نزدیک یہ ایک سو غزوات میں شرکت سے بہتر ہے۔"(۴۳)

لازمی اور جبری تعلیم

اسلام میں تعلیم لازمی ہے، تعلیم کی ہمہ جہت اہمیت کے پیش نظر اختیاری تعلیم کا اسلام کے ہاں کوئی تصور نہیں، تعلیم ہر ایک کے لیے ہے اور لازمی ہے، خواندگی ایسی چیز نہیں ہے جسے عوام کی مرضی پر چھوڑا جاسکے، کیونکہ ناخواندہ افراد تو علم رکھتے ہی نہیں،ان سے یہ توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ سب علم کی اہمیت کا ادراک رکھتے ہوں گے، یہ فریضہ تو حکومت کا ہے کہ وہ ان کے سامنے تعلیم کی اہمیت اُجاگر کرے اور انہیں حصول علم پر آمادہ کرے، خصوصاً کسی اسلامی معاشرے میں ناخواندہ افراد قطعاً قابل قبول نہیں ہوسکتے۔(۴۴)اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ"علم کا حصول ہر ایک پر فرض ہے۔(۴۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہر نو مسلم پر مختلف علوم کا جاننا ضروری تھا، جس کے لیے مختلف افراد اور تعلیمی ادارے سرگرم تھے(۴۶)اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر خانہ بدوش بدوؤں

کے لیے قرآن مجید کی جبری تعلیم کا نظام قائم کیا تھا، اوراس کے لیے گشتی ٹیمیں مقرر کی تھیں۔(۴۷) نیز ایسے گشتی تعلیمی دستے مقرر تھے جو لوگوں کی تعلیمی صلاحیت کا جائزہ لیتے تھے اور ضرورت کے مطابق ایسے افراد کو اساتذہ کے سپرد کرتے تھے۔(۴۸)

مفت تعلیم

اسلام مفت تعلیم کا قائل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم کے زمانے میں تعلیم مفت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان عالم پر یہ ذمے داری عائد کی ہے کہ وہ دوسروں تک علم پہنچائے۔(۴۹) اس لیے کتمانِ علم پر شدید وعید بیان فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بس سے علم کے متعلق کوئی سوال ہوا اور اس نے اسے چھپایا تو اللہ تعالیٰ سے روز قیامت آگ کی لگام پہنائے گا۔(۵۰) بعد کے دور میں بھی تعلیم مفت رہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نو مسلموں کی تعلیم وتربیت کے لیے مختلف مکاتب قائم کیے، جن کے معلمین کی تنخواہیں بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں، اس دور میں سرکاری انتظام میں قرآنِ کریم کے علاوہ احادیث، سیرت وغزوات، فقہ، ادب عربی، علم الانساب اور کتابت وغیرہ کی تعلیم مفت ہوتی تھی اور قرآن کریم کی تعلیم پانے والے طلبا کے لیے وظائف کا بھی انتظام تھا۔(۵۱) حکومتی اہتمام کے علاوہ نجی طور پر اساتذہ بھی تنخواہ لینے سے گریز کرتے تھے اور عام طور پر معاوضے قبول نہیں کرتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن ابی مالک اور حارث بن ابی محمد اشعری کو گشتی معلم مقرر کر کے ان کی تنخواہ مقرر کردی، یزید نے تنخواہ قبول کرلی، حارث نے نہ لی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یزید نے جو کچھ کیا اس میں کوئی خرابی نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ حارثؒ جیسے افراد کثرت سے پیدا کرے۔(۵۲)

بچوں کی تعلیم

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں، ان کی تعلیم کا انتظام کرنا درحقیقت خود اپنے مستقبل کو سنوارنا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے، "تم علم حاصل کرو، اگر تم قوم میں سب سے چھوٹے ہو تو کل دوسرے لوگوں میں (علم کی وجہ سے) تم بزرگ بن جاؤں گے۔"(۵۳) اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی بڑی تلقین فرمائی ہے، نیز بچپن میں حافظہ قوی ہوتا ہے، اسی لیے حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے "بچپن میں تعلیم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے پتھر پر نقش اور بڑھاپے میں تعلیم حاصل کرنا ایسے ہے جیسے نقش بر آب۔(۵۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو بچوں کی تعلیم کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا، کوئی والد اپنے بچے کو اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے۔(۵۵) اور فرمایا آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔(۵۶)

معذوروں کی تعلیم

اسلام کی نظر میں کسی قسم کی کمی یا کمزوری اس کے فرائض کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی، ہاں کسی پر بھی اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا، تعلیم کے معاملے میں بھی اسلام کا یہ اختصاص وامتیاز ہے کہ اس نے جسمانی کمزوریوں کو حسن عمل وجہد مسلسل کی دولت سے چھپادیا اور معذوروں سے وہ کارہائے نمایاں لیے کہ صحت مند افراد رشک کر اٹھے، اس کی سب سے اہم مثال حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی ہے، جنھیں یہ فخر وشرف حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی غیر موجودگی میں مدینہ منورہ جیسی اسلامی ریاست کے لیے اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور انہیں یہ شرف دس بار حاصل ہوا۔(۵۷) جبکہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو یہ اعزاز نہ مل سکا، ایک نابینا صحابیؓ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا فریضہ، تعلیم وتربیت میں اعلیٰ مدارج طے کیے بغیر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ اسلام میں معذوروں کی قدر ومنزلت کا یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہر دور میں اور ہر فن

میں بڑے بڑے جلیل القدر علما نابینا وغیرہ گزرے ہیں۔(۵۸) آج بھی معذوروں اور کئی وجہ سے عام جسمانی صلاحیتوں کا شکار یا محروم افراد کی تعلیم کا خاص اہتمام ناگزیر ہے۔

خواتین کی تعلیم

خواتین کے لیے ایسا انتظام ہے کہ جس کے تحت وہ اپنی بنیادی ضروریات کی تعلیم خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی، بہ سہولت حاصل کر سکیں، اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور خواتین کی تعلیم کا سلسلہ خالص اسلامی ماحول میں اسلامی تعلیمات کی ادنیٰ مخالفت اور ان سے معمولی روگردانی کے بغیر بھی جاری رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی مقاصد کے پیش نظر خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن اور علیحدہ مقام متعین فرمادیا تھا۔(۵۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس سلسلے کو مزید وسعت ہوئی اور خواتین کے باقاعدہ الگ مدرسے قائم ہوئے۔(۶۰) ان کے دور میں خواتین کی بھی جبری تعلیم رائج ہوگئی تھی۔(۶۱)

آج بھی اس سلسلے میں خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، مختلف حلقوں کی جانب سے ہمارے ہاں خواتین کی علیحدہ یونی ورسٹی کا مسئلہ اٹھتا رہتا ہے، یہ مطالبہ اپنی جگہ درست ہونے کے باوجود بھی نامکمل ہے، اس مطالبے کا اصل جواز اسلام میں مخلوط تعلیم کی ممانعت ہے، یہ امر اس کا متقاضی ہے کہ صرف جامعات کی سطح پر نہیں بلکہ پرائمری کے بعد ہر درجہ اور مرحلے میں طلبا کے ادارے الگ اور طالبات کے ادارے الگ ہونے چاہییں، جن میں صرف طلبا و طالبات ہی الگ الگ نہ ہوں، اساتذہ بھی علی الترتیب مرد اور خواتین ہوں، اور یہ مطالبہ کوئی نئی چیز نہیں، پاکستان کے پہلے وزیراعظم شہید لیاقت علی خانؒ نے ایک موقع پر اس مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا "ان واہی باتوں کو مسلمان سننا بھی گوارا نہیں کرتے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترکہ تعلیم ہو، آج تک مشترکہ تعلیم کا کوئی ایسا فائدہ کسی نے بیان نہیں کیا ہے، جو دلنشین ہو...... ممکن ہے کہ مسلمانوں میں بعض افراد ایسے ہوں جو مخلوط تعلیم کے مؤید ہوں مگر مسلمانوں کی ساری قوم اس کے خلاف ہے۔"(۶۲)

تعلیم بالغاں

تعلیم بالغاں کی اہمیت مسلم ہے، بڑی عمر کے بہت سے افراد محض اس سبب سے حصولِ علم سے رہ جاتے ہیں کہ بچپن میں کسی مجبوری، عدم توجہی یا عدم وسائل کے سبب وہ تعلیم حاصل نہ کرسکے، اسلام تعلیم کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں ایسے صحابہؓ بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں جنھوں نے نہ صرف بڑی عمر میں تحصیل علم کیا بلکہ مرتبہ کمال کو پہنچے، یہ سلسلہ بعد کے زمانے میں بھی جاری رہا، بلکہ قرآن کریم کو بڑی عمر میں حفظ کرنے کا سلسلہ تو آج بھی جاری ہے، اور یہ قرآن کریم کی برکت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، "تم لوگ سردار بنائے جانے سے قبل علم حاصل کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے تو بڑی عمر میں علم حاصل کیا ہے۔(۶۳) اس لیے ہمارے ہاں بھی تعلیم بالغاں کے حلقے قائم ہونے چاہئیں، جہاں بڑی عمر کے ناخواندہ افراد دینی معلومات اور دنیاوی ضروریات کا علم اپنی ضرورت کے مطابق بہ سہولت حاصل کرسکیں۔

غیر مسلموں کی تعلیم

ایک اسلامی ریاست میں اسلامی نظام تعلیم کی موجودگی میں کسی غیر مسلم کو یہ اندیشہ لامحالہ ہوسکتا ہے کہ اس کی تعلیمی ضروریات کا کون کفیل ہوگا؟ لیکن یہ اندیشہ بے جا ہے۔ ایک تعلیمی نظام کیا اسلامی ریاست کے تو تمام امور ہی اسلامی نظام کے تحت چلتے ہیں، مگر خود یہ نظام تمام غیر مسلموں کو ان کے مذہبی و تعلیمی معاملات میں مکمل آزادی دیتا ہے، اور اس کی ضمانت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلے

معاہدے میثاقِ مدینہ میں غیر مسلموں کو دی ہے(۶۴)اس لیے اسلامی نظام میں ان کے حقوق اور تعلیمی ضرورتوں کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔

تخصصات

عام تعلیم اعلیٰ تعلیم اور خاص موضوعات پر تخصصات (Specialization) کی اہمیت بھی مسلم ہے۔خود قرآن کریم نے اس کی اہمیت کی جانب توجہ دلائی ہے۔مثلاً فرمایا،فلولا نفرمن کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین۔(۶۵)سو کیوں نہ نکلیں ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ تاکہ دین کی سمجھ پیدا کریں،اس آیت میں تخصصین فی الفقہ کی اہمیت بیان ہوئی ہے اور ایک مقام پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے لیے متخصصین کی تیاری کی تاکید ہے،فرمایا:ولتکن منکم امة یدعون الی الخیرویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر۔(٦٦)تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے،نیکی کی دعوت دے اور برائی سے روکے۔

اور عہدِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے مختلف مضامین میں تخصص و امتیاز حاصل کر لیا تھا، جن میں سے بعض خوش نصیب ایسے تھے جنھیں اس اختصاص کی سند خود زبان نبوت ﷺ سے ملی، مثال کے طور پر حضرت ابی بن کعبؓ کو قرأت و تجوید میں اختصاص حاصل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔(٦٧)حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قضات میں امتیاز حاصل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہمارے سب سے بڑے قاضی حضرت علیؓ اور سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں۔(٦٨)اسی طرح علوم قرآنی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امتیاز کے حامل تھے، عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ صحابہؓ میں سب سے زیادہ علم قرآن رکھتے تھے۔(۶۹)اور علم تفسیر فقہ میں ابن مسعودؓ کو شہرت ملی، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر انہیں سند عطا کی کہ تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔(۷۰)علم الفرائض میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے، آپ ﷺ کا قول مبارک ہے کہ ”میری امت میں علم فرائض سب سے زیادہ زید بن ثابت جانتا ہے۔(۷۱)اور حلال و حرام کے علم میں معاذ بن جبلؓ درجہ امتیاز کے حامل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا شخص معاذ بن جبلؓ ہے۔(۷۲)عصر حاضر میں بھی ہمیں ان خصوصیات کو زندہ رکھتے ہوئے آج کی ضرورت کے مطابق مختلف علوم وفنون کے ماہر تیار کرنا ہوں گے۔

ذریعہ تعلیم

ایک اہم معاملہ ذریعہ تعلیم کا ہے،اور یہ بات طے ہے کہ ذریعہ تعلیم وہی زبان بن سکتی ہے، جس پر بچہ جلد عبور حاصل کر سکتا ہو، تاکہ اس پر پھر صرف مضمون کا بوجھ پڑے،اور یہ اس کی مادری یا قومی زبان ہی ہو سکتی ہے،اور موجودہ دور کے ماہرین بھی ان پر متفق ہو رہے ہیں کہ سب سے زیادہ موثر ذریعہ تدریس طلب علم کی اپنی مادری زبان کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں ہو سکتی،(۷۳)ہمارے ہاں یہ شرف اردو زبان کو حاصل ہے، ہم گزشتہ ۵۵ برسوں میں لاتعداد تجربے کر کے دیکھ چکے ہیں مگر بانی پاکستان قائد اعظم کے اعلان اور سپریم کورٹ کے فیصلے کے باوجود آج تک اردو کو ذریعہ تعلیم اور دفتری زبان قرار نہیں دیا جاسکا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر قوم و قبیلے سے اس کے مخصوص لب ولہجے میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ ﷺ ہی کا فرمان مبارک ہے کہ ”ہم نبیوں کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے ہم لوگوں سے ان کی فہم ودانش کے مطابق گفتگو کریں(۷۴)اور ظاہر ہے کہ اس میں زبان بھی شامل ہے، کیونکہ انسان اپنی مادری زبان پر جو عبور رکھتا ہے وہ کسی دوسری زبان پر نہیں رکھتا۔

کھیل

انسانی صحت کے لیے کھیل ضروری ہیں اور تعلیم کے لیے صحت اہم ہے، اس لیے اسلام میں صحت کی بھی اہمیت ہے، اور کھیلوں کی بھی اجازت دی گئی ہے، لیکن بقدر ضرورت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعط الوقت حقه من اللهو المباح بقدر مايعطى الطعام من الملح۔ (۷۵)

"جائز کھیلوں کو اتنا وقت دو جتنا کھانے میں نمک ہوتا ہے۔"

اس حکمت بھرے قول میں اس حقیقت کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ جیسا کہ کھانے کی لذت نمک پر منحصر ہے اس طرح زندگی میں کھیل بھی ضروری ہیں لیکن جیسا کہ نمک کی زیادتی اچھے خاصے عمدہ کھانے کے لطف اور مزے کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہے، اس طرح کھیل کا تناسب بھی زندگی میں قدر ضرورت سے بڑھنا نہیں چاہیے، اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بچے کی تعلیم گاہ سے واپسی پر تھوڑے بہت کھیل کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ وہ پڑھائی کی تھکاوٹ کو دور کر سکے، لیکن یہ کھیل اتنا نہ ہو کہ بچہ کھیل ہی کھیل میں تھک جائے۔ (۷۶)

اوپر بیان ہونے والے نکات کی روشنی میں اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی خدوخال واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں، ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں، ان نکات کا ہمارے پیش نظر رہنا جس طرح دینی تعلیم کے لیے ضروری ہے، اسی طرح دنیاوی تعلیم کے لیے بھی ان پر غور و فکر کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا نہایت ضروری ہے، نظام تعلیم خواہ کیسا ہی تیار کیا جائے، اگر اس کی تشکیل میں ان نکات کو پیش نظر نہیں رکھا جائے گا تو اسے اسلامی ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حوالہ جات

(۱) ابن المنظور۔ لسان العرب۔ نشرادب الحوزہ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔ ج ۱۲، ص ۴۱۶۔ (۲) پروفیسر سید محمد سلیمؒ۔ مغربی تعلیم کی مخالفت کیوں؟، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۸۔ (۳) Baba-e-urdu the students standard english urdu dictionary\ Anjuman Taraqqi-e-urdu karachi.710. P362 (۴) ایضاً (۵) Shipley, josept, t\ Dictionary of work origins ames. lows p114. (۶) Webster enclopedia of dictionaries new american edition vol. 1, p121 (۷) John Miltion\ reqagitica and other prose works every man's lidrary. p46. (۸) القرآن۔ سورۂ بقرہ۔ آیت ۳۰۔ ۳۱۔ (۹) سید عزیز الرحمٰن۔ تعمیر شخصیت وفلاح انسانیت۔ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی ۹۶، ص ۱۷۔ ۱۸۔ (۱۰) القرآن۔ سورۂ آل عمران۔ آیت ۱۸۔ (۱۱) خطاب، طلباء دیوبند ۱۹۵۵ء۔ (۱۲) ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ ص ۷۶۔ (۱۴) Encyclopedia of Britanica 1984. 6\317.318. (۱۵) اسلامی نظریۂ حیات۔ ص ۴۲۰۔ (۱۶) ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی۔ السنن۔ دار المعرفہ، بیروت ۹۸۔ ج ۱، ص ۹۷، رقم ۲۲۴۔ (☆) ہیثمی، نور الدین علی بن ابو بکر۔ مجمع الزوائد۔ ج ۱۔ ص ۳۳۲، رقم ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ (☆) طبرانی۔ المعجم الکبیر۔ رقم ۱۰۴۳۹۔ (۱۷) القرآن۔ سورۂ آل عمران۔ آیت ۱۸۷۔ (۱۸) ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل۔ تفسیر القرآن العظیم۔ عیسٰی البابی الحلبی، مصر۔ ج ۱، ص ۴۳۶۔ (☆) قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی۔ تفسیر مظہری۔ مجلس اشاعت العلوم، حیدر آباد دکن۔ ج ۲، ص ۱۹۴۔ (۱۹) ابن ماجہ۔ ج ۱۔ ص ۹۷، رقم ۲۲۴۔ (☆) طبرانی۔ المعجم الکبیر۔ رقم ۱۰۴۳۹۔ (۲۰) ترمذی، ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی۔ الجامع السنن۔ دار الفکر، بیروت ۹۴ء

، ج ۳۔ ص ۳۸۳، رقم ۱۹۵۹ء (☆) بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین۔ شعیب الایمان۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۲۵۶۔ (۲۱) قرطبی۔ الجامع لاحکام القرآن۔ ج ۳، ص ۱۲۱۔ (۲۲) دارمی۔ ج ۱، ص ۸۴، رقم ۲۲۱۔ (☆) الدار قطنی، علی بن عمر۔ السنن۔ مدینہ منورہ۔ ج ۴، ص ۸۲۔ (۲۳) القرآن۔ سورۂ فاطر۔ آیت ۲۸۔ (۲۴) مولانا محمد حبیب الرحمٰن شیروانی۔ مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصب العین۔ مشمولہ سہ ماہی اسلام اور عصر جدید۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، انڈیا۔ ج ۳۲، مئی ۴، اکتوبر ۲۰۰۰ء۔ ص ۸۔۹، بہ تصرف قلیل۔ (۲۵) القرآن۔ سورۂ فاطر۔ آیات ۱۹ تا ۲۲۔ (۲۶) اسلام اور عصر جدید۔ ص ۸۔۹، بہ تصرف قلیل۔ (۲۷) القرآن۔ سورۂ مجادلہ۔ آیت ۱۱۔ (۲۸) اسلام اور عصر جدید۔ ص ۸۔ (۲۹) ترمذی۔ ج ۴۔ ص ۳۱۳۔ (۳۰) ترمذی ایضاً، ص ۳۱۲، رقم ۲۶۹۱۔ (☆) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی۔ دار الفکر بیروت، ۱۹۹۴ء، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم۔ ج ۳، ص ۳۱۳، رقم ۳۶۴۱۔ (☆) ابن ماجہ۔ ج ۱، ص ۹۶، رقم ۲۲۳۔ (۳۱) ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، محولہ بالا۔ (۳۲) ترمذی، ج ۴، ص ۲۹۴، رقم ۲۶۵۵۔ (☆) حاکم، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، نیسابوری، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۹۰، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (۳۳) ترمذی، ص ۲۹۵، رقم ۲۶۵۶۔ (۳۴) علی متقی الہندی، کنزالعمال، احیاالتراث الاسلامی، بیروت، رقم ۲۸۶۸۴۔ (۳۵) دارمی، ص ۱۰۹، رقم ۳۳۷۔ (۳۶) ابن ماجہ، ج ۱، ص ۹۶، رقم ۲۲۲۔ (۳۷) ایضاً، ص ۱۳۱۳، رقم ۲۶۹۴۔ (☆) دارمی، ص ۱۰۰، رقم ۲۸۹۔ (۳۸) کنزالعمال، رقم ۲۸۷۰۱۔ (۳۹) ترمذی، ص ۲۹۵، رقم ۲۶۵۷۔ (۴۰) مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۷۴، رقم ۹۸۴، دارمی، ج ۱، ص ۱۰۶، رقم ۳۲۴۔ (۴۱) مجمع الزوائد، ج ۱، ۳۳۰، رقم ۵۰۲۔ (☆) کنزالعمال، رقم ۲۸۸۳۸۔ (۴۲) ملاحظہ کیجیے، مولانا محمد شہاب الدین ندوی، اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۹۴ء۔ (۴۳) مولانا عبدالقیوم حقانی، سراغ زندگی، القاسم اکیڈمی، نوشہرہ ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۰۔ (۴۴) سید عزیزالرحمٰن، استحکام پاکستان، سیرت طیبہ کی روشنی میں، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی ۹۷، ص ۲۴۔ (۴۵) طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم، ملاحظہ کیجیے حوالہ نمبر ۳۵۔ (۴۶) ملاحظہ کیجیے، مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، خیر القرون کی درسگاہیں، ادارہ اسلامیات، لاہور ۲۰۰۰ء، محمد یاسین شیخ، عہد نبوی ﷺ کا تعلیمی نظام، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی ۱۹۸۹ء۔ (☆) پروفیسر رب نواز، آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور ۲۰۰۱ء، مولانا محمد عبدالمعبود، عہد نبوی ﷺ میں نظام تعلیم، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ۲۰۰۱ء۔ (☆) پروفیسر سید محمد سلیم، اسلام کا نظامِ تعلیم، ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور ۱۹۹۳ء۔ (۴۷) شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ صدیقیہ، ملتان، ۱۹۵۲ء، ج ۲، ص ۲۴۴۔ (۴۸) پروفیسر سید محمد سلیم، اسلام کا نظامِ تعلیم، ص ۸۶۔ (۴۹) احمد، ابو عبداللہ بن محمد بن حنبل الشیبانی، المسند دار احیا التراث العربی، بیروت ۹۳ء، ج ۲، ص ۳۴۱، رقم ۶۵۰۔ (☆) ترمذی، ج ۴، ص ۳۰۵، رقم ۲۶۷۸، بخاری فی احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ (۵۰) احمد، ج ۲، ص ۵۱۷، رقم ۷۵۱۷۔ (☆) مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۱۰۴، رقم ۴۱۔ (☆) طبرانی، معجم الکبیر، رقم ۱۱۳۱۰۔ (۵۱) الفاروق، ص ۴۴۲، ۴۵۰۔ (۵۲) مجلہ تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، شمارہ ۷، پاکستان میں تعلیم اور نجی شعبہ، مضمون: پروفیسر سید محمد سلیم، تعلیم فی سبیل اللہ کا احیا، ص ۸۸۔ (۵۳) ابن قتیبہ، عیون الاخبار، بیروت، ج ۲، ص ۱۲۳۔ (۵۴) ایضاً، ص ۱۶۴۔ (۵۵) بیہقی، شعب الایمان، ج ۲، ص ۲۵۶۔ (☆) ترمذی، ج ۳، ص ۳۸۳، رقم ۱۹۵۹۔ (۵۶) ترمذی، ایضاً، رقم ۱۹۵۸۔ (۵۷) یہ واقعات ذیل کے غزوات و اسفار میں آپ ﷺ کی مدینہ منورہ سے غیر موجودگی میں پیش آئے، ملاحظہ کیجیے ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۹۷ء، ج ۲۔ ❶ غزوہ قرقرۃ الکدر، ص ۲۳۔ ❷ غزوہ بنی سلیم، ص ۲۷ف۔ ❸ غزوۂ احد، ص ۲۹۔ ❹ غزوہ بنی نضیر، ص ۴۴۔ ❺ غزوۂ احزاب ۵۱۔ ❻ غزوۂ بنی قریظہ، ص ۵۷۔ ❼ غزوۂ بنی لحیان، ص ۶۰۔ ❽ غزوۃ الغابہ، ص ۶۲۔ ❾ صلح حدیبیہ، ص ۷۳۔ ❿ فتح مکہ، ص ۱۰۲، اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتومؓ کو غزوۂ بدر میں صرف نمازوں کی امامت کے لیے اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔ دیکھیے، طبقات، ص ۸، ج ۲۔ (۵۸) دیکھیے: مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی، نابینا علماء، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ (۵۹) بخاری، کتاب العلم و کتاب الاعتصام السنۃ، باب تعلیم النبی ﷺ امتہ من الرجال والنساء۔ (۶۰) اسلام کا نظامِ تعلیم، ص ۹۰۔ (۶۱) ایضاً۔ (۶۲) شہید ملت لیاقت علی خاں، ص ۶۳۔ (۶۳) بخاری، کتاب العلم۔ (۶۴) ڈاکٹر محمد حمیداللہ، الوثائق السیاسیہ، دار النفائس، بیروت ۸۵، ص ۵۹۔ (۶۵) القرآن، سورۂ توبہ، آیت ۱۲۲۔ (۶۶) القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۴۔ (۶۷) شمس الدین ابی عبداللہ بن احمد، معرفۃ القراء الکبار، ج ۱، ص ۲۹۔ (۶۸) ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، بیروت، ج ۷، ص ۳۳۷۔ (۶۹) الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، عالم الکتب، بیروت ۷۵، ص ۶۸۔ (۷۰) احمد، ج ۱، ص ۶۲۶، رقم ۳۵۵۸۔ (۷۱) کنزالعمال، رقم ۳۳۳۰۴۔ (۷۲) ڈاکٹر امین احمد، فجر الاسلام، مصر، ج ۲، ص ۱۷۱۔ (۷۳) محمد یاسین شیخ، عہد نبوی ﷺ کا تعلیمی نظام، ص ۷۶۔ (۷۴) ایضاً، ص ۱۷۱۔ (۷۵) رب نواز، آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد، ص ۱۳۱۔ (۷۶) امام غزالیؒ، جلد ۱، ص ۱۲۔

☆☆☆